جماعت احمدیہ کا جدید نظام عمل

از
سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جماعت احمدیہ کا جدید نظام عمل

(فرمودہ مؤرخہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

آج آپ لوگوں کو کسی عام جلسہ یا کسی مذہبی مسئلہ کے متعلق کوئی بات سنانے کے لئے جمع نہیں کیا گیا بلکہ ایک ایسی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانے کے لئے جمع کیا گیا ہے جس کو اٹھانے اور پورا کرنے میں آپ سب لوگ شریک ہیں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس وقت سلسلہ کے کام دو طریق پر چل رہے ہیں۔ کچھ حصہ کاموں کا مجلس معتمدین کے ذریعہ جو صدر انجمن احمدیہ کہلاتی ہے انجام پاتا ہے اور کچھ نظارت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۱۹۲۴ء میں جو مجلس شوریٰ ہوئی اس میں بڑی بحث و مباحثہ اور تبادلہ خیالات کے بعد یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان دونوں صیغوں کو ملا دیا جائے اور مجلس معتمدین کے کام کو بھی نظارت کے سپرد کر دیا جائے۔ میں نے اس فیصلہ کے بعد غور کر کے اس میں کسی قدر تبدیلی کر دی ہے۔ اور وہ یہ کہ گو جیسا کہ میں نے بارہا سنایا ہے۔ صدر انجمن کا نام اور اس کے کام کا طریق اوروں کا تجویز کردہ تھا نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس کے متعلق منظوری ہو چکی تھی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمام نام جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قرار پا چکے تھے، ان کو قائم رکھا جائے۔ جیسا کہ مَیں نے ریویو اور تشحیذ الاذہان ملاتے وقت اس نام کو عظمت دی تھی جو حضرت مسیح موعود نے تجویز کیا تھا۔ اور اب رسالہ پر موٹا ریویو آف ریلیجنز لکھا جاتا ہے۔ اور باریک تشحیذ الاذہان پس جب کام ایک ہی رنگ میں ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس نام کو چھوڑ دیا جائے جو گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز نہ کیا ہو مگر آپ نے منظور کیا ہو۔ پس بجائے

اس کے کہ نظارت کے قواعد میں تبدیلی کر کے مجلس معتمدین کو اس میں شامل کر دیا جاتا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ مجلس معتمدین کے قواعد میں تبدیلی کر کے نظارت کو اس میں شامل کر دیا جائے۔ اس وجہ سے مجلس معتمدین میں ایسی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں کہ مل کر کام ہو سکے۔ گو ممکن ہے اس الحاق کی وجہ سے عملاً کوئی فرق نہ پڑے۔ لیکن موجودہ صورت میں یہ کیا گیا ہے کہ نظارتوں کو مجلس معتمدین میں بدل دیا گیا ہے۔ آئندہ نظارت مجلس معتمدین کہلائے گی۔ اس طرح حضرت مسیح موعود کا منظور کردہ نام قائم رہے گا اور صدر انجمن جو پہلے ایک خیالی وجود تھا بلکہ سلسلہ کے عقائد پر سخت حملہ تھا صحیح معنوں میں صدر ہو گی کیونکہ پہلے اس کی تعریف یہ تھی کہ ہر سلسلہ کے آدمی سے مل کر صدر انجمن بنتی تھی۔ جس کے معنے یہ تھے جماعت احمدیہ ایک انجمن ہے نہ کہ سلسلہ۔ بظاہر یہ ایک معمولی بات ہے لیکن کفرو اسلام، نبوت، مجددیت کے سارے مسائل اس میں آجاتے ہیں اگر سلسلہ مسمّٰی انجمن ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی سلسلہ کے بانی نہیں۔ اور یقیناً آپ کی نبوت کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ بھی غلط ہو گیا۔ اسی طرح آپ کے انکار و عدم انکار سے جو مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ بھی غلط ہو جائیں گے حالانکہ سلسلہ احمدیہ حقیقی سلسلہ ہے۔ اور ایسا ہی سلسلہ ہے جیسے سلسلے گذشتہ انبیاء کے وقت قائم ہوتے رہے ہیں۔ ایسی حالت میں تمام جماعت احمدیہ صدر انجمن نہیں کہلا سکتی۔ پھر صدر تو وہ ہوتی ہے جس کی آگے شاخیں ہوں۔ مگر اس تعریف کے ماتحت جب ساری جماعت صدر ہوئی تو پھر شاخیں کون سی ہوں گی۔ کیا غیر احمدی ہندو اور عیسائی شاخیں کہلائیں گی۔

آئندہ مجلس شوریٰ کا نام صدر انجمن احمدیہ قرار پایا ہے اور جیسا کہ جماعت کا حق ہونا چاہئے کہ جماعت چند معتمدین سے زیادہ بااختیار ہو۔ اور مجلس معتمدین کے لئے جماعت کا فیصلہ یا وہ فیصلہ جو خلیفہ نے کیا ہو منظور کرنا ضروری ہو اس لئے آئندہ کے لئے ایسی تبدیلی کر دی گئی ہے کہ وہ اہم امور جو ساری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور صرف انتظامی معاملات سے تعلق نہیں رکھتے، ان میں مجلس معتمدین کوئی کارروائی نہ کرے گی جب تک انہیں صدر انجمن یعنی مجلس شوریٰ منظور نہ کر لے۔ مثلاً بجٹ کی کارروائی ہے۔ بجٹ پہلے صدر انجمن میں پیش ہو گا اور پھر مجلس معتمدین میں جائے گا۔ پس آئندہ کے لئے یہ کیا گیا ہے کہ نظارت کے کام مجلس معتمدین کے قواعد میں تبدیلی کر کے اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں اور صدر انجمن اس جماعت کا نام رکھا گیا ہے جس میں تمام جماعت کے نمائندے شامل ہوں گے۔ پہلے صدر انجمن ایک ذہنی وجود تھا۔ مگر آئندہ اسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ امور جو ساری جماعت سے تعلق رکھتے ہوں گے اور جن کی ذمہ داری ساری جماعت پر عائد ہو گی وہ اس کے مشورہ کے بغیر نہ ہوں

گے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے کہ جنہوں نے کوئی کام کرنا ہو ان سے بذریعہ ان کے قائم مقاموں کے مشورہ لے لیا جائے۔

اس وقت تک دونوں طریقوں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے بعض نقصانات ہو رہے تھے جن کے دور کرنے کے لئے ضروری سمجھا گیا کہ دونوں کو ملا دیا جائے۔ سب سے پہلا نقصان تو یہ تھا کہ خرچ میں زیادتی تھی۔ دو صیغے جو علیحدہ علیحدہ کام کریں ان میں لازماً اخراجات کی زیادتی ہوتی ہے۔ کیونکہ کئی کام جو ایک ہی کلرک یا ایک ہی آفیسر کر سکتا ہے ان کے لئے علیحدہ آدمی مقرر ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے مرکزی اخراجات میں زیادتی تھی۔ اب دونوں صیغوں کو ملا دینے سے ایک فائدہ یہ ہو گا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور کام کرنے والوں کو صحیح طور پر کام کرنے کی توفیق دے تو اخراجات پہلے کی نسبت کم ہوں گے۔

دوسرا نقص یہ تھا کہ دو محکموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے آمدنی کم ہوتی تھی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو صیغوں کی وجہ سے آمد بڑھنی چاہئے کیونکہ ایک دوسرے کا مقابلہ ہوتا ہے مگر یہاں ایسا نہیں تھا۔ وجہ یہ کہ آمد اسی وقت بڑھتی ہے جب صیغہ آزاد ہو اور دوسرے کا حصہ چھین کر لے جائے۔ لیکن اگر دو صیغے کسی اور کے ماتحت ہوں اور ان میں ایسی روایت نہ ہو کہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچا سکیں تو ان کی کوششیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دو صیغوں سے آمد بڑھنے کی بجائے کم ہوتی تھی۔ اور اس کے متعلق یہ مثال موجود ہے کہ مجھے تعجب سے معلوم ہؤا کہ مجلس معتمدین کے جو کارکن تھے وہ اس شرح سے چندہ نہ دیتے تھے جو مجلس نے مقرر کی ہوئی تھی۔ حالانکہ دوسرے کارکن زیادہ شرح سے چندہ دیتے تھے۔ اس طرح کم از کم ایک ہزار روپے ماہوار کا فرق پڑ جاتا ہو گا۔ اس کے علاوہ جس صیغہ کے متعلق کوئی کام ہوتا تھا وہ اس کا زیادہ لحاظ رکھتا تھا۔ مثلاً تحصیل کا صیغہ اگر نظارت کے ماتحت ہؤا تو وہ یہ مدنظر رکھے گا کہ نظارت کی آمد پوری ہو جائے۔ اور اگر مجلس معتمدین کے ماتحت ہؤا تو اسے یہ مدنظر ہو گا کہ صدر انجمن کی آمدنی پوری ہو۔ اس طرح بھی آمد کم ہوتی تھی۔

پچھلے دنوں مجلس معتمدین پر ہزاروں روپیہ قرض ہو گیا تھا۔ اور سولہ ہزار کے بل پڑے تھے۔ اگر تحصیل کا کام اکٹھا ہوتا تو اس قرضہ کی ذمہ داری صیغہ تحصیل کو معلوم ہو جاتی۔ مگر صیغہ تحصیل کا چونکہ زیادہ تعلق صیغہ نظارت سے ہے اس لئے اس کی طرف سے غفلت ہوئی۔ گو قدرتاً ہوئی مگر ہونی نہیں چاہئے تھی۔ اسی طرح ایک زمانہ میں میں نے دیکھا۔ صیغہ تحصیل مجلس معتمدین کے ماتحت تھا اس وقت نظارت کی حالت بہت نازک ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس وقت تحصیل والوں کی یہ غرض ہوتی تھی کہ

مجلس کا کام چلے اور اس کی آمدنی بڑھے۔ پس اس طرح طاقت بڑھنے کی بجائے کمزور ہوتی تھی۔

پھر اس طرح ایک ہلکی سی رقابت بھی دونوں صیغوں میں پیدا ہو گئی اور اس کی آواز بھی برابر میرے کانوں میں پڑتی رہی۔ کبھی تو یہ کہ مجلس معتمدین والے یوں کام کرتے ہیں جس سے یہ نقصان ہوا ہے اور کبھی یہ کہ نظارت والے یوں کام کراتے ہیں جس سے فلاں نقصان ہوا ہے۔ یوں تو ایک ہی صیغہ میں دو کام کرنے والوں میں بھی رقابت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول جو ہمارے دو بازو ہیں ان میں بھی کچھ نہ کچھ رقابت پائی جاتی ہے۔ لیکن جب یہ رقابت حد سے بڑھ جائے تو نقصان رساں ہوتی ہے اور دونوں فریق سے تعلق رکھنے والے کی حالت اور بھی مشکل ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ ہماری مثال اس عورت کی سی ہے جس کی ایک بیٹی کمہاروں کے ہاں بیاہی ہوئی تھی اور دوسری مالیوں کے ہاں۔ جب کبھی بادل آتا تو وہ عورت دیوانہ وار گھبرائی ہوئی پھرتی۔ لوگ کہتے اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس کی زبان پر یہ ہوتا ایک بیٹی ہے نہیں اگر بارش ہو گئی تو جو کمہاروں کے ہاں ہے وہ نہیں۔ اور نہ ہوئی تو جو مالیوں کے گھر ہے وہ نہیں۔ کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے ترکاریاں نہ ہوں گی اور اگر ہو گئی تو کمہاروں کے برتن خراب ہو جائیں گے یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس نے دو ایسے فریق سے کام لینا ہو جن کی آپس میں رقابت ہو۔ ان صیغوں میں رقابت گو ایسی نمایاں نہ تھی مگر اس کے احساسات ضرور تھے۔ بعض ایسے لوگوں کے منہ سے جو ذمہ دار کہلاتے ہیں اور میں تو سب کو ذمہ دار سمجھتا ہوں۔ مگر ایک اصطلاح بن گئی ہے۔ انہوں نے الزام تو نہیں لگایا کہ آپ یوں کرتے ہیں۔ مگر یہ کہا کہ نظارت کے معاملات آپ کے سامنے ایسے رنگ میں پیش ہوتے ہیں کہ وہ آپ کی توجہ زیادہ لے جاتے ہیں اور ہم محروم رہ جاتے ہیں۔ میں یہ بحث نہیں کرتا کہ ان کا یہ خیال ٹھیک تھا یا نہیں۔ اور نہ مجھ میں یہ بحث کرنے کی قابلیت ہے۔ کیونکہ ایسی باتیں بہت باریک احساسات سے مستنبط ہوتی ہیں۔ مگر ایسی باتیں میرے کانوں تک ضرور پہنچتی تھیں۔ اس وجہ سے نہ صرف دونوں صیغوں میں کشمکش ہوتی تھی۔ بلکہ جس طرح دو بدخُو بیویوں والے خاوند کی شامت آجاتی ہے اسی طرح میری حالت ہوتی تھی۔ اِس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ان دونوں صیغوں کو ملا دیا جائے۔

پھر ایک اور نقص تھا اور وہ وقت کا ضائع ہونا تھا۔ دونوں صیغوں میں کام کرنے والے چونکہ عموماً ایک ہی تھے۔ وہی ناظر تھے وہی مجلس معتمدین کے ممبر اس لئے کبھی نظارت انہیں اپنی طرف کھینچتی اور کبھی مجلس اور اس طرح بہت سا وقت ضائع ہو جاتا۔ میرے نزدیک ۲۵ فیصدی سے لے کر پچاس فیصدی تک ایک جگہ کام کرنے کی بجائے دو جگہ کام کرنے سے فرق پڑ جاتا ہے پھر دو جگہ کام ہونے کی وجہ سے

کام کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً کام کرنے والے ایک جگہ جمع ہوئے۔ وہاں کوئی اہم کام تھا لیکن دوسری جگہ جانے کی وجہ سے اسے وہیں چھوڑنا پڑا۔ اور دوسری جگہ اس کی نسبت کم ضروری کام تھا جسے ایک جگہ سارا کام ہونے کی وجہ سے پیچھے ڈالا جاسکتا تھا۔

پھر بعض اوقات بیرونی لوگ بھی پریشان ہوتے تھے کئی دفعہ میرے پاس خط آتے کہ میں سیکرٹری صاحب صدر انجمن کو کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ مبلغ بھیجو مگر کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اسی طرح کوئی یہ لکھتا کہ ناظر دعوت و تبلیغ کو تعلیم کے متعلق خط لکھا تھا مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ ایسے خطوط کے متعلق جو دوسرے صیغہ کے متعلق ہوتے یہاں یہ ہوتا کہ اول تو وہ خط یونہی دفتر میں پڑا رہتا یا پھر پندرہ بیس دن کے بعد اُٹھا کر دوسرے دفتر میں بھیج دیا جاتا۔

اسی طرح بعض لوگ جو یہاں کسی کام کے لئے آتے اور وہ کسی ایسے دفتر میں جا کر اس کام کے متعلق کہتے جس کے متعلق وہ نہ ہوتا تو اس دفتر والے دوسرے دفتر میں بھیج دیتے۔ مثلاً نظارت کا کام تھا جو صدر انجمن میں جا کر کہا گیا تو انجمن والوں نے نظارت میں بھیج دیا۔ دوسری دفعہ صدر انجمن کا کام تھا جسے وہ شخص نظارت میں لے گیا تو نظارت والوں نے انجمن کے ہاں بھیج دیا۔ اس سے اس نے یہ خیال کر لیا کہ دونوں صیغے کام نہیں کرنا چاہتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ باہر سے آنے والے حیران ہوتے اور بے چینی پیدا ہوتی تھی۔

پھر بعض کام کی ذمہ داریوں کے احساس میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک فریق کہتا ہے دوسرا کرے اور دوسرا کہتا ہے وہ کرے۔ اور کوئی بھی پوری ذمہ داری نہیں سمجھتا۔ دو علیحدہ علیحدہ صیغوں میں یا تو یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے کہ ایک دوسرے کا کام چھیننا چاہتے ہیں۔ یا پھر سستی پیدا ہو جاتی ہے اور کوئی فریق بھی اس کام کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتا۔ یورپ میں ایسی صورت میں یہ رقابت ہوتی ہے کہ دوسرے کے کام کو بھی اپنا کام قرار دیتے ہیں مگر یہاں چونکہ عام طور پر سستی ہے۔ اس لئے اس کے اُلٹ یہ کہتے ہیں کہ فلاں کام ہمارا نہیں بلکہ دوسروں کا ہے۔ مَیں نے یورپ کے وزراء کے متعلق بارہا اس قسم کے جھگڑے پڑھے ہیں کہ ایک وزیر کہتا ہے فلاں کام میرا ہے اور دوسرا کہتا ہے میرا ہے۔ مَیں نے اس قسم کا جھگڑا کبھی نہیں پڑھا کہ ایک وزیر کہے کہ یہ میرا کام نہیں دوسرے کا ہے۔ اور دوسرا کہے میرا نہیں اس کا ہے یہ سُستی اور چُستی کی وجہ سے فرق ہے۔ یورپ میں تو یہ جھگڑا ہوتا ہے کہ سب میرا کام ہے۔ مگر یہاں یہ کہ فلاں بھی میرا نہیں۔ فلاں بھی میرا نہیں۔ پس دو مختلف صیغوں کی وجہ سے کام کرنے والوں کی ذمہ داری کے احساس میں فرق پڑ جاتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے نقائص تھے جن کی وجہ سے ضروری تھا کہ دونوں صیغوں کو جمع کر دیا جائے۔ رہی یہ بات کہ ان کاموں کو علیحدہ کیوں کیا گیا تھا؟ چونکہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے اور ہوتا چلا آیا ہے۔ کئی لوگوں سے میں نے سنا اور دو نے تو لکھ کر بھی دیا تھا۔ اس لئے اب میں وہ وجوہات پیش کرتا ہوں جن کی وجہ سے صدر انجمن احمدیہ سے نظارت کو علیحدہ تجویز کیا گیا تھا۔

اول یہ کہ مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو دراصل ہے ہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفہ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔ ایک ریزولیوشن خلافت ثانیہ میں پاس کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خلیفہ کہے گا اسے مجلس مانے گی مگر یہ اصولی بات نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ممبروں کی جماعت کہتی ہے میں ایسا کروں گی۔ لیکن جو جماعت یہ کہہ سکتی ہے وہ یہ بھی تو کہہ سکتی ہے میں ایسا نہ کروں گی کیونکہ جو انجمن یہ پاس کر سکتی ہے کہ ہم خلیفہ کی ہر بات مانیں گے وہی اگر آج سے دس سال بعد یہ کہے کہ نہیں مانیں گے تو انجمن کے قانون کے لحاظ سے وہ ایسا کہہ سکتی ہے یا پھر اگر انجمن یہ کہے کہ اس خلیفہ کی تو ہر بات مانیں گے لیکن دوسرے کی نہیں مانیں گے تو بھی وہ اپنے قواعد کے لحاظ سے حق بجانب ہو گی۔ جس طرح حضرت خلیفہ اول کے وقت میں ہوا۔ پس مسئلہ خلافت جس کے لئے ہمیں ایسی قربانی کرنی پڑی جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے ماننے والے، آپ کے دوست کہلانے والے، آپ سے دیرینہ تعلق رکھنے والے ہم نے اس مسئلہ کی خاطر قربان کر دیئے۔ اگر ان میں اور ہم میں یہ دینی اختلاف نہ ہوتا تو وہ ہمیں اپنی اولاد سے زیادہ عزیز تھے۔ اپنے عزیزوں سے زیادہ پیارے تھے کیونکہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے والے اور آپ کے صحابہ میں سے شامل تھے اور آپ کے ساتھ انہوں نے کام کیا تھا۔ اگر یہ اختلاف نہ ہوتا جس کی وجہ سے ہمیں ان سے علیحدہ ہونا پڑا اور یہ سوال پیدا ہوتا کہ ہم اپنے بچوں کو قربان کریں یا ان کو تو میرے دل میں ذرا بھی خیال نہ آتا کہ ان کے مقابلہ میں بچوں کو قربان نہیں کرنا چاہئے۔ مگر چونکہ ایک ایسے معاملہ میں اختلاف ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور جس کا ماننا ایمان اور جماعت کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے وہ جو ہمیں اولاد سے زیادہ عزیز تھے انہیں ہم نے قربان کر دیا۔ پس اس مسئلہ کے لئے ہم نے ایسی عظیم الشان قربانی کی کہ اس کے مقابلہ میں اور کوئی قربانی نہیں ہو سکتی۔ یہ جان کی قربانی سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ جان میں انسان اپنے آپ کو قربان کرتا ہے مگر یہاں ہمیں سلسلہ کے ایک ٹکڑے کو قربان کرنا پڑا۔ اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ کی حالت غیر محفوظ ہو۔ یعنی چند لوگوں کے رحم پر ہو جو اگر چاہیں کہ خلافت کا انتظام قائم رہے تو قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

اور چونکہ مسئلہ خلافت کے جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کے جُنبشِ قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے اس لئے جماعت کے وہ کام جو تبلیغ اور تربیت سے تعلق رکھتے تھے وہ ایک ایسی انجمن کے حوالے نہیں کئے جاسکتے تھے جو خواہ مبائعین کی انجمن ہی ہو اور خواہ بہترین مخلص ہی اس کے ممبر کیوں نہ ہوں اس کے لئے ضرورت تھی کہ ایک ایسا نقطہ قرار دیا جائے جس پر جماعت قائم کر دی جائے تا اسے اس بارے میں ٹھوکر نہ لگ سکے۔

ان حالات کی وجہ سے میں نے اس مشورہ سے جو میری خلافت کے زمانہ میں سب سے پہلے مسجد مبارک میں ہؤا میں نے ایک ایسی جماعت تجویز کی کہ تبلیغ کا کام اس کے سپرد رہے اور وہ براہ راست خلیفہ کی نگرانی میں رہے تاکہ سلسلہ کے اصولی کام خطرہ میں نہ ہوں۔ ایک وجہ تو یہ تھی نظارت الگ تجویز کرنے کی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ مجلس کے قواعد کی بنیاد ایسی طرز پر رکھی گئی تھی کہ جماعت کی نمائندگی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ سب سے خطرناک حکومت کی صورت یہ سمجھی گئی ہے کہ چند آدمی حکمران ہوں جو خیال کئے جاتے ہوں کہ لوگوں کے نمائندے ہیں مگر دراصل نمائندے نہ ہوں اور جن کے اختیار میں ہو کہ آئندہ اپنے قائم مقام آپ تجویز کر سکیں۔ یہ سب سے خطرناک طرز کی حکومت ہے اور یہ سب باتیں صدر انجمن میں پائی جاتی تھیں۔ اس کے ممبر جماعت کے نمائندے خیال کئے جاتے تھے مگر وہ نمائندے نہ تھے۔ انہیں کُلّی اختیار تھا کہ اپنے قائم مقام تجویز کر لیں اور جماعت کا کوئی اثر ان پر نہ تھا۔

اس وجہ سے بھی ضروری تھا کہ ایسی بنیاد کام کی رکھی جائے جسے آہستگی کے ساتھ اِس طرح بدلا جائے کہ جماعت کی نمائندگی صحیح معنوں میں پائی جائے اور جماعت کے نمائندوں کی رائے کا اثر اس انتظام پر ہو۔

تیسری وجہ جو شروع میں سب سے زیادہ محسوس کی گئی وہ یہ تھی کہ مجلس معتمدین اپنے قواعد کے لحاظ سے براہ راست خلیفہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی۔ خلیفہ سے مشورہ لے لینا اور بات ہے اور براہ راست تعلق رکھنا اور۔ مجلس کے کاموں کی یہ صورت تھی کہ وہ ہر معاملہ فیصلہ دے کر میرے سامنے پیش کر سکتی تھی کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے۔ اور اپنے قواعد کے لحاظ سے وہ ایسا کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی قانون ایسا نہ تھا کہ جس کی وجہ سے وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قبل خلیفہ سے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے مجبور ہو یا خلیفہ بعد فیصلہ جو مشورہ دے اس کا ماننا اس کے لئے

لازمی ہو۔ گو یہ بات ہی فضول تھی کہ فیصلہ کے بعد کوئی مشورہ دیا جائے مگر یہ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کی بناوٹ میں خلافت کا کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ آئندہ کے لئے اس قسم کے نقصانات کا اپنی طرف سے ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ باقی زمانہ اور وقت خود اصلاح کرتا جائے گا۔

اب یہ صورت تجویز کی گئی ہے کہ صدر انجمن مجلس شوریٰ ہوگی جو بجٹ وغیرہ پر غور کرے گی۔ مجلس معتمدین نہ کوئی بجٹ پاس کر سکے گی نہ اس میں کوئی تبدیلی کر سکے گی جب تک خلیفہ کو اطلاع نہ دے اور مجلس شوریٰ اس پر غور نہ کرلے۔

پس مالی اختیارات مجلس معتمدین سے لے کر صدر انجمن کو دے دیئے گئے ہیں۔ آئندہ صدر انجمن بجٹ پاس کیا کرے اور صدر انجمن نام ہے خلیفہ اور اس کے مشیروں کا۔ مشیر رائے دیں گے اور خلیفہ بجٹ پاس کرے گا۔ گویا اب بجٹ صدر انجمن پاس کرے گی جس کا صدر خلیفہ ہو گا اور مجلس معتمدین اس بجٹ کی پابندی کرے گی جس میں کمی یا زیادتی کا اسے اختیار نہ ہو گا۔

اسی طرح موجودہ انتظام میں قواعد کو اس طرح ڈھالا گیا ہے کہ صدر انجمن کو اختیارات خلیفہ کی طرف سے ملتے ہیں۔ پہلے تو مجلس معتمدین اس طرح اختیارات تجویز کرتی کہ جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی کہ کس طرح مذہب اور یہ اختیارات جمع ہو سکتے ہیں مثلاً مجلس نے پاس کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام ماننا ضروری ہے۔ گویا اس بات کا اس نے فیصلہ کیا کہ یہ ضروری ہے۔ حالانکہ مجلس کا وجود ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے ظہور میں آیا تھا۔ اس طریق کی بجائے ہونا یہ چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجلس کو یہ اختیارات دیئے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی شخص کہے میں چار رکعت فلاں وقت پڑھوں گا۔ دو رکعت فلاں وقت، تین رکعت فلاں وقت، حالانکہ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے نماز پڑھو۔ اس لئے ہم پڑھتے ہیں۔ تو پہلے صدر انجمن اپنا یہ منصب سمجھتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیارات دے۔ اور اختیارات ماتحت کو ہی افسر کی طرف سے نہیں دیئے جاتے بلکہ ماتحت بھی افسر کو اختیار دیتے ہیں جیسے سفر میں اپنے میں سے کسی ایک شخص کو امیر بنا کر اسے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح انجمن کے قواعد میں یہ بات شامل تھی کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات مانیں گے۔ گویا انجمن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیتی تھی کہ آپ ہم سے اپنی بات منوالیں۔ حالانکہ انجمن کا وجود پیدا ہی آپ کے حکم سے ہوا تھا۔ اور اس وجہ سے اسکی بنیاد یہ ہونی چاہئے تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہ اختیارات دیئے ہیں۔ پس انجمن کا پہلا طریق مذہب اور حقیقت کے خلاف تھا جس کا بدلنا

ضروری تھا۔

اسی طرح انجمن کے قواعد میں یہ تھا کہ ہم خلیفہ وقت کی بات مانیں گے۔ گویا خلیفہ کو وہ اختیار دیتے تھے کہ تم ہم سے بات منوا لینا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن کو یہ اختیارات دیئے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول کے وقت یہ اختیار ملے یا یہ کہ آپ نے یہ اختیار قائم رکھے اور یہ زائد دیئے اسی طرح ہر خلیفہ کے وقت ہونا چاہئے کیونکہ اصل قائم مقام جماعت کا خلیفہ ہے اس لئے صدر انجمن خواہ کتنے اختیارات رکھے اور خواہ بالکل آزاد کر دی جائے تو بھی اس کے اختیارات نیابتی ہوں گے جو اوپر سے آئے ہوں گے۔ اور خلیفہ اگر دیکھے کہ انجمن غلطی کرتی ہے تو اس سے اختیارات چھین بھی سکتا ہے مگر انجمن کی جو پہلی حالت تھی اس میں خلیفہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ انجمن والے خلیفہ کے اختیارات چھین سکتے تھے یعنی وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے اب یہ رکھا گیا ہے کہ انجمن کو یہ اختیارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیئے یا آئندہ جو اختیارات خلفاء دیں گے ان کے مطابق کام کرے گی۔ گو انجمن کے اختیارات میں اس طرح کوئی تبدیلی نہیں ہوئی مگر نقطہ نگاہ بدل گیا ہے پہلے یہ تھا کہ انجمن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کو اختیار دیتی تھی اور اب یہ ہو گا کہ حضرت مسیح موعود نے پہلے انجمن کو اختیارات دیئے آئندہ خلفاء دیں گے۔

جس امر نے مجھے اس وقت آپ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں قواعد کام نہیں کیا کرتے خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں بلکہ کام کرنے والے انسان ہوتے ہیں۔ اگر قاعدے کام کرتے تو قرآن کریم کی موجودگی میں دنیا تباہ نہ ہوتی۔ قرآن کریم سے بہتر قاعدے اور کون سے ہو سکتے ہیں۔ ہم نے جو تجویز آج کی ہے اس کے متعلق خوش ہیں کہ اچھی ہے لیکن ہو سکتا ہے کل تجربہ بتائے کہ اس میں یہ یہ نقص ہیں۔ مگر قرآن کریم نے جو قاعدے بتائے ہیں ان میں کبھی نقص نہیں پیدا ہو سکتا۔ کیونکہ وہ قاعدے اس خدا نے بتائے ہیں جو ہر ایک چیز کا خالق اور مالک ہے اور باریک در باریک راز جانتا ہے۔ مگر اس ہستی کے بتائے ہوئے قاعدے موجود ہوتے ہوئے دنیا خراب ہو گئی پھر ہمارے قاعدوں کی کیا حقیقت ہے۔ میں نے آپ لوگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ میں بتاؤں دنیا میں قاعدے کام نہیں کیا کرتے بلکہ انسان کام کرتے ہیں۔ اب ہم نے انتظام کی جو صورت تجویز کی ہے اگر کام کرنے والے اس کو کامیاب بنانے کی کوشش نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ خرچ کم ہونے کی بجائے اور بڑھ جائے۔ اگر کام کرنے والے توجہ نہ کریں اور ماتحت صیغوں میں رقابت اور حسد پیدا ہو تو اس کا نتیجہ فتنہ و فساد ہو سکتا

ہے۔ اور یہ سب باتیں اس انتظام میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں جو آپ تجویز کیا گیا ہے۔ اور اگر اس سے اعلیٰ کوئی انتظام ہو تو اس میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ پس میں نے آپ لوگوں کو اس لئے جمع کیا ہے کہ میں ان ذمہ داریوں کی طرف آپ لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سلسلہ احمدیہ کے بانی اور اسلام کے لانے والے خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے تم پر عائد ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ کام چل سکتا ہے۔

جب میں ولایت سے آیا تھا اور کارکنوں نے مجھے ایڈریس دیا تھا تو اس کے جواب میں مَیں نے کہا تھا کوئی کامیابی کسی ایک شخص کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ اس میں ان سب لوگوں کی کوشش شامل ہوتی ہے جو خفیف سے خفیف خدمت بھی کرتے ہیں۔ اور گو سہرا کسی ایک کے سر بندھ جاتا ہے لیکن دراصل کامیابی سب کی ملی جلی ہوتی ہے۔ آج میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ناکامیوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک کی نہیں ہوتیں بلکہ سب کا ان میں دخل ہوتا ہے۔ پس اگر کارکن ہی نہیں بلکہ تمام ممبر بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں اور ایک دوسرے سے تعاون کا عہد نہ کریں تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اس وقت تک طریق عمل میں جو نقص معلوم ہوئے ہیں انہیں ہم نے دور کر دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان نقائص کو دور کرنے کی وجہ سے کامیابی ہو جائے گی۔ کامیابی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک تمام کے تمام مل کر کوشش نہ کریں اور ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔

آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا مقابلہ ساری دنیا سے ہے اور ہمارے اسباب بہت ہی محدود ہیں۔ میں تو اپنی جماعت کی موجودہ حالت کی مثال اُحد کے مُردوں سے دیا کرتا ہوں جن کے کفن کے لئے کپڑا نہ تھا۔ اگر ان کے سر ڈھانپے جاتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے[1] اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگے ہو جاتے۔ یہی حال ہمارا ہے ہم ایک کام کی طرف توجہ کرتے ہیں تو اسباب کی کمی کی وجہ سے دوسری طرف نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارا مقابلہ ایسے دشمن سے جو سینکڑوں سالوں سے اپنی تنظیم کرتا چلا آ رہا ہے آسان نہیں ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں ہندوؤں کا مقابلہ بھی آسان نہیں ہے جو سینکڑوں سال مسلمانوں کے ماتحت رہے۔ گو چند سال سے تعلیم میں مسلمانوں سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کی تنظیم ایسی اعلیٰ ہے کہ مسلمان دیکھتے ہیں پسے جا رہے ہیں مگر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اُٹھتے ہیں مگر پِٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ میں اپنی جماعت کو ہی انتظامی لحاظ سے بہت پیچھے دیکھتا ہوں۔ یہاں کے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیفیں دیں، سلسلہ کو نقصان پہنچایا اور اب بھی اس کوشش میں لگے رہتے ہیں اس کے

مقابلہ میں ہم نے چاہا کہ یہاں کی تجارت ہمارے ہاتھ آ جائے مگر کیا کامیابی ہوئی؟ یہ امور جو مقامی ہیں اور مقام بھی چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس چھوٹے سے گاؤں میں جہاں ہماری موت اور زندگی کا سوال ہے ہم مقابلہ میں کامیاب نہ ہوئے۔ تو خیال کرو کہ اگر ہمارا انتظام ایسا ہی ناقص ہے تو ہمارے لئے کتنے خوف کا مقام ہے۔ جبکہ ہم ساری دنیا کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہیں۔ اور اس دنیا کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہیں جس کے ادنیٰ ادنیٰ آدمی اگر ہمارے اعلیٰ آدمیوں کی جگہ مقرر کر دیئے جائیں تو دنیوی تجربہ اور ظاہری علوم کے لحاظ سے اعلیٰ نظارت پر کام کر سکیں گے اور ہمارے اعلیٰ ناظروں سے بھی اعلیٰ رہیں گے کیونکہ وہ لوگ سینکڑوں سالوں سے تجربہ کرتے چلے آ رہے ہیں اور کام کرنے کے طریق میں جو جو نقائص انہیں معلوم ہوئے، انہیں دُور کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ایک ایک بات پر علمی طور پر غور کیا اور اس کے متعلق سالہا سال کی کوششوں سے تدبیریں نکالی ہیں۔ مثلاً شراب ترک کرانے کا کام ہے۔ یورپ دو صدیوں سے اس کے متعلق غور کرتا چلا آ رہا ہے کہ کس طرح کم کی جا سکتی ہے۔ یہاں کا ایک طالب علم بھی کہہ دے گا کہ اس میں کونسی مشکل بات ہے۔ گورنمنٹ شراب بند کرنے کا حکم دے دے تو بند ہو جائے گی۔ لیکن یورپ کو اس کے بند کرانے میں دو صدیاں گزارنی پڑیں۔ شروع شروع میں یورپ والوں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ بندش کا حکم دینے سے بند ہو جائے گی مگر ایسا نہ ہوا۔ اور کئی قانون بدلے گئے۔ پہلے ملک میں شراب بننی بند کر دی گئی۔ اس پر باہر سے آکر بکنے لگی اور ملک کی دولت باہر جانے لگی۔ پھر اس پر ٹیکس بہت زیادہ کر دیا گیا تو گھروں میں بنانے لگ گئے۔ اور جو بناتے تھے وہ بھی پینے لگ گئے۔ غرض کئی طریق نکالے گئے مگر کسی میں کامیابی نہ ہوئی۔ آخر یہ قرار دیا گیا کہ جتنا ممکن ہو شراب کو سستا کر دیا جائے اور ناجائز کشید کو بند کر دیا جائے۔ جب شراب سستی ہو گئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ گھروں میں بننی بند ہو گئی اور دکانوں پر لائسنس لگا دیئے۔ جن سے معلوم ہونے لگا کہ ملک کا کس قدر حصہ شراب پیتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ کم کرنے لگے۔ اب یورپ میں شراب کا متوالا کوئی شاذ ہی نظر آتا ہے۔ ورنہ پہلے کئی کئی سَو روزانہ جیل خانوں میں بھیجے جاتے تھے۔ تو دو سو سال کے عرصہ میں اس حد تک شراب کے کم کرنے میں انہیں کامیابی ہوئی ہے۔

اس قسم کے تجربوں کی وجہ سے ان ممالک کے سب لوگ ان باتوں کو جانتے ہیں۔ اور وہ لوگ ذاتی، قومی اور وراثتی تجربہ کے لحاظ سے ہمارے آدمیوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ اور ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہے جن کے سامنے ہماری حالت بچہ کی سی ہے اس لئے جب تک ہم غیر معمولی قربانیاں نہ کریں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مگر ہماری جماعت کے لوگ چھوٹی چھوٹی قربانیوں پر ہی گھبرا جاتے ہیں۔ اس وقت میں پہلے

کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ اور پھر قادیان کے دوسرے لوگوں کو کہ اگر تم لوگ دین کی خدمت میں نمونہ نہ بنو تو باہر کے لوگ کس طرح بے نظیر قربانی کرسکتے ہیں۔ اب جہاں قواعد میں اصلاح کی گئی ہے وہاں میں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے قلوب میں اور اپنے اعمال میں بھی اصلاح کریں تاکہ وہ کامیابی نصیب ہو جس کا وعدہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دے رکھا ہے۔

کامیابی کے لئے سب سے پہلی چیز اطاعت ہے۔ ولایت میں فوج کے انتظام کا میں نے ایک واقعہ پڑھا تھا۔ فوج کا دستہ کہیں جارہا تھا۔ ایک افسر نے ایک سپاہی سے کہا۔ تم ٹھیک نہیں چل رہے ٹھیک قطار میں چلو۔ سپاہی دراصل ٹھیک چل رہا تھا۔ اس نے کہا میں ٹھیک چل رہا ہوں۔ اگرچہ افسر کی غلطی تھی لیکن اس نے کہا آگے سے جواب دینے کی جو گستاخی تم نے کی ہے اس کی وجہ سے تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے یہ کہہ کر اسے حراست میں دے دیا گیا۔

اسی طرح کے کئی واقعات ہوتے ہیں۔ گذشتہ لڑائی کے ایام میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی جو سگنل کمپنی تیار کی گئی تھی اور جس میں ہمارے شمشاد علی صاحب بھی تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی پانچ چھ احمدی تھے۔ انہوں نے سنایا ایک احمدی کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ تار کے کھمبے لگوادو۔ اس کے متعلق ایک افسر نے کرنل کے پاس رپورٹ کی کہ اس نے سستی کی ہے۔ اس پر شمشاد علی صاحب کو مقرر کیا گیا کہ تحقیقات کریں اس نے سستی کی ہے یا نہیں؟ ان کی تحقیقات پر ثابت ہوا کہ اس نے سستی نہیں کی۔ مگر چونکہ اُس نے یہ لکھا تھا کہ افسر نے میرے خلاف غلط لکھا ہے اس لئے اس وجہ سے اسے سزا دی گئی۔

غرض فوج میں اطاعت کا ایسا سبق سکھایا جاتا ہے کہ انسان مشین کی طرح بن جاتے ہیں۔ انہیں اپنے فرائض بجالانے کی ایسی عادت ہو جاتی ہے جو باتیں دوسرے لوگ برداشت نہیں کرسکتے وہ کرلیتے ہیں۔

امریکہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ سول وار میں ایک نوجوان کو پہرہ پر مقرر کیا گیا جو اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ افسر اس کا پہرہ بدلنا بھول گئے اور تیسرے دن وہ تھکاوٹ سے بالکل چُور ہو گیا اور ایک کھمبے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اس پر اسے اُونگھ آگئی۔ اتفاق سے ایک معائنہ کرنے والا افسر اس وقت آگیا اور اس حالت میں اُسے دیکھ لیا۔ اس پر وہ پکڑا گیا اور مقدمہ چلایا گیا۔ اس کی ماں نے رحم کی درخواست کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ لکھا ہے فیصلہ دیتے وقت افسر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور اس نے لکھا گو یہ ماں کا اکلوتا بیٹا ہے اور تھکاوٹ سے سخت چُور ہو کر اس سے یہ حرکت ہوئی مگر سوائے اس کے کوئی سزا نہیں

دی جاسکتی کہ اسے گولی سے مار دیا جائے۔

یہی وہ بات ہے کہ یورپین لوگ ساری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں اور اسی میں ان کی کامیابی کا راز ہے۔ پس جب تک کامل اطاعت اور پورا تعاون نہ ہو۔ اس وقت تک کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی کجا وہ قوم جو تجربہ میں، وسائل میں اور تعداد میں بہت ہی قلیل ہو وہ کامیاب ہو سکے۔ پس آپ لوگوں کو ایک نصیحت تو میں یہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور اطاعت کا مادہ پیدا کرو۔ مجھے یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی بہت کمی ہے۔ جب کوئی افسر کسی سے بازپُرس کرتا ہے تو جواب میں درشت کلامی سے کام لیا جاتا ہے۔ کم از کم مجھے جو رقعہ لکھا جاتا ہے اس میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ فلاں میرا ہمیشہ سے دشمن ہے۔ ہمیشہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ عورتیں اس لئے زیادہ جہنم میں جائیں گی کہ خاوندوں کا کفر کرتی ہیں۔[۷] یہی حال ماتحت کارکنوں کا نظر آتا ہے۔ اِلاَّ مَا شَآءَ اللّٰہُ یہ نتیجہ ہے غلامی اور ماتحت رہنے کا کہ ان میں عورتوں والے اخلاق پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کبھی نیک معاملہ ان سے نہیں کیا گیا۔ چونکہ برداشت کا مادہ ان لوگوں میں بہت کم ہے اس لئے جھگڑے بڑھ جاتے ہیں۔ اگر کوئی ایک دفعہ ظلم بھی برداشت کرلے تو دوسری دفعہ ظلم کرنے والے کو خود شرم آجائے گی۔ حالانکہ بسا اوقات قواعد کی پابندی کرائی جاتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسری طرف یہ دیکھا گیا ہے کہ جو بڑے کارکن ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم سے قواعد کی پابندی نہ کرائی جائے یہ بھی غلط خیال ہے۔ اگر وہ قواعد کی پابندی نہیں کریں گے تو چھوٹے کیوں کریں گے۔ کہتے ہیں ایران کا بادشاہ کہیں گیا تو اس کے لئے کوئی شخص انڈے لایا مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا اگر میں انڈے لے لوں گا تو کل سرکاری ملازم تم سے دُنبے لیں گے۔ پس یہ غلط ہے کہ بڑوں سے قواعد کی پابندی نہ کرائی جائے۔ ان کے لئے تو زیادہ پابندی ہونی چاہئے کیونکہ اگر کسی رعایت کا کوئی شخص مستحق ہو سکتا ہے تو وہ چھوٹا کارکن ہے جس کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔ پس میں بڑوں سے کہتا ہوں کہ قواعد کی پابندی سختی کے ساتھ کریں اور چھوٹوں سے کہتا ہوں کہ اطاعت کا وہ نمونہ دکھائیں کہ یورپ کی فوج بھی ان کے سامنے مات ہو جائے۔

پھر آپس کا تعاون اس طرح ہو کہ ہر ایک سمجھے یہ میرا کام ہے مگر باوجود اس کے جو کام دوسرے کے سپرد ہو اس میں دخل نہ دے۔ اس کے بغیر تعاون نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی کام خراب ہونے لگے تو جسے اس کی خرابی معلوم ہو وہ اُٹھ کھڑا ہو اور ہر طرح امداد دے۔ اور جب کام ٹھیک چلنے لگے تو علیحدہ رہے۔

وہ کارکن جس کے سپرد کوئی کام ہو اگر تمہارے کسی مشورہ یا امداد سے فائدہ نہیں اُٹھاتا تو اس سے تمہیں بددل نہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ تمہارے مشورہ کو غلط اور غیر مفید سمجھ کر ۹۹ دفعہ بھی ردّ کرتا ہے تو بھی تمہارا حق نہیں کہ سوویں دفعہ اسے مشورہ دینے کے لئے نہ جاؤ۔ اس نے اگر ۹۹ دفعہ تمہارا مشورہ رد کیا ہے تو اپنا وہ حق استعمال کیا ہے جو اس کام کے متعلق اسے دیا گیا ہے۔ تمہارا فرض یہی ہے کہ ہر ضرورت کے موقع پر مشورہ دیتے جاؤ۔ مگر میں یہ دیکھتا ہوں ۹۹ فیصدی لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ کسی کو مشورہ دیتے ہیں اور وہ نہیں مانتا تو آئندہ مشورہ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ یا کسی کام کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اگر ان سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ نتیجہ ہوتا ہے ان کے اس خیال کا کہ وہ دوسرے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں نہ کہ تعاون۔ اگر ان کی غرض تعاون ہوتی تو خواہ سَو دفعہ بھی ان کا مشورہ رد کیا جاتا پھر بھی وہ پیش کرتے۔

پس آپ لوگوں کو میں ایک نصیحت تو یہ کرتا ہوں کہ آپس میں تعاون سے کام کریں۔ اور اس طرح مشورہ پیش کریں کہ خواہ ہزار دفعہ بھی رد کیا جائے پھر بھی آپ اپنا فرض ادا کرنے سے باز نہ رہیں۔ اور ہر ضرورت کے وقت خدمات پیش کرتے رہیں۔ خواہ ہزار دفعہ ان سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔

اس کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تعاون دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ذہنی یعنی جو کام کرنے والا ہے اس کے رستہ میں سہولتیں پیدا کی جائیں۔ ہمارے ہاں یہ تعاون بہت کم ہے اور یورپ میں بہت زیادہ ہے۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک بات غلط ہے۔ مگر کہتے ہیں جو شخص کر رہا ہے وہ چونکہ اپنے فن کا ماہر ہے اس لئے یہی سمجھو کہ ٹھیک کرتا ہے۔ اور دوسروں سے بھی یہی کہتے ہیں کہ تم بھی اس کے متعلق یہی سمجھو۔ مگر یہاں ذہنی تعاون بالکل ترک کر دیا جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ لوگوں کے جذبات کسی کام کرنے والے کی تائید میں پیدا کئے جائیں اس کے خلاف باتیں مشہور کی جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کے کام میں خرابی نہ ہو تو بھی عام لوگوں کو خرابی نظر آنے لگتی ہے اور کام کرنے والا لوگوں کے اعتراضات بڑھ جانے کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے اور اس کے گھبرانے سے کام خراب ہو جاتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنے والے کہہ دیتے ہیں ہم نہ کہتے تھے فلاں شخص کام خراب کردے گا اب دیکھ لو ایسا ہی ہوا ہے۔

کسی کام اور طریق کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو فیصلہ ہو اس کی پوری پوری مطابقت کی جائے تاوقتیکہ وہی فیصلہ کرنے والی جماعت یہ فیصلہ نہ کرے کہ ہم سے یہ غلطی ہو گئی تھی جس کی اصلاح کی جاتی ہے۔ دیکھو ولایت میں مزدور پارٹی کے خلاف اُمراء کو اس قدر غصہ تھا کہ جس کی

حد نہیں۔ اور مزدوروں نے بر سراقتدار ہونے کے زمانہ میں ایسے قانون بنائے جو پہلے نہ تھے۔ مگر جب ان کے بعد اُمراء کی پارٹی حکمران ہوئی تو اس نے مزدور پارٹی کے قوانین بدلے نہیں بلکہ ان کی ذمہ داری اُٹھالی ہے۔ اگر ان پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو خود جواب دیتے ہیں۔ پس یہ ذہنی تعاون ہے کہ جب کوئی تجویز پاس ہو جاتی ہے تو سارے لوگ اسے صحیح سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اُسے کامیاب بنانے میں امداد دینے لگ جاتے ہیں۔

دوسرا تعاون عملی ہے یعنی جو کام کرنے والے ہوں ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے۔ یہ کئی طرح ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی دوسرے دفتر کا کام ہوا تو وہ کر دیا۔ اب تو یہ حالت ہے کہ میرے پاس اس قسم کی چٹھیاں آئی ہیں کہ ہم قادیان میں چندہ لے کر گئے مگر کوئی لینے والے نہ تھا اس لئے واپس لے آئے۔ ایسے لوگوں نے کسی سے تو پوچھا ہو گا خواہ وہ یہاں کا دودھ بیچنے والا ہی ہو کہ کہاں چندہ جمع کرایا جائے۔ اس کا بھی فرض تھا کہ اس رنگ میں اس کی مدد کرتا۔

اس تعاون میں اخبار والوں کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ یورپ میں جو قومی معاملہ ہو اس میں ساری پارٹیوں کے اخبارات اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہی کابل کا واقعہ تھا۔ تمام پارٹیوں کے اخبار زبانی ہمارے آدمیوں سے کہتے تھے کہ بڑا ظلم ہوا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم اس کے خلاف لکھنے سے معذور ہیں کیونکہ موجودہ حکومت کی کابل کے متعلق جو پالیسی ہے اُسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس وقت لیبر پارٹی بر سر حکومت تھی جو چاہتی تھی کہ افغانستان کے ساتھ صلح رکھی جائے۔ دوسرے لوگ اگرچہ صلح کے حامی نہ تھے مگر وہ خود کابل کے خلاف کچھ نہ لکھتے تھے۔ تاکہ بر سر اقتدار پارٹی کی پالیسی کو نقصان نہ پہنچے۔ یہ کہتے تھے کہ خبر کے طور پر شائع کر دیں گے اور جرمنی کے اخبارات نے تو اتنا بھی نہ کیا۔ کیونکہ وہ اسے وہاں کی حکومت کی پالیسی کے خلاف سمجھتے تھے۔

مگر ہمارے اخبارات میں یہ بات نہیں۔ ان میں ایسے مضامین تو چھپ جاتے ہیں جن کی کوئی قیمت اور کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ مگر ایسے ضروری مضامین جن سے جماعت کو فائدہ پہنچ سکتا ہو اس لئے نہیں چھپتے کہ وہ الفضل یا فاروق یا الحکم میں چھپ گئے ہیں۔ حالانکہ دنیا کے کون سے اخبارات ہیں جن میں ایک جیسی باتیں نہیں چھپتیں۔ پریس میں اس قدر تعاون ہونا چاہئے کہ جو بات لیں اس پر شور مچا دیں۔ آریوں کے اخبارات کو میں نے دیکھا ہے۔ اس قدر شور مچاتے ہیں کہ گورنمنٹ بھی مجبور ہو جاتی ہے۔

غرض دو قسم کا تعاون ہے۔ اور وہ یہ کہ نہ بد خبر پھیلانا اور نہ پھیلنے دینا۔ مگر یہاں کثرت ایسے لوگوں کی ہے جو یا تو بد خبر پھیلاتے ہیں یا بد خبر سن کر خاموش چلے جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کا مقابلہ نہیں کرتے۔

اب میں احمدیہ جماعت کے کارکنوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آج کل مالی مشکلات بہت ہیں اس سال آمد کی نسبت بجٹ ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ آمد ڈیڑھ لاکھ ہے اور بجٹ اڑھائی لاکھ۔ اس کے علاوہ ۳۰ ہزار کے صیغہ جات مقروض ہیں۔ ایسی حالت میں اگر یہ بجٹ جو تیار کیا گیا ہے جاری کیا جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ ساڑھے نو مہینے کے بعد نہ کسی صیغہ کو تنخواہ دی جاسکے گی نہ سائر، نہ کوئی رسالہ جاری رہ سکے گا نہ کوئی اخبار۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں یہ بجٹ جاری نہیں کیا جاسکتا اس لئے مَیں نے دو کمیٹیاں بنائی ہیں۔ ایک آمد بڑھانے کی تجاویز پر غور کرنے والی اور دوسری خرچ گھٹانے والی۔ خرچ گھٹانے کے لئے جب تک سب لوگ قربانی نہ کریں کم نہیں ہو سکتا اس لئے سب کے تعاون کی ضرورت ہے اگر خدانخواستہ سال کے بعد دیوالیہ نکل جائے تو یہ بہتر ہے کہ اسی وقت بعض کام بند کر دیئے جائیں یا بعض اخراجات میں تخفیف کر دی جائے۔

مَیں نے دیکھا ہے ہر چار سال کے بعد مالی تنگی کا دورہ آتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول کے آخری ایام میں خزانہ بالکل خالی تھا۔ علاوہ ازیں اٹھارہ ہزار کے قریب قرضہ بھی تھا۔ پھر ۱۹۱۷ء میں ایسی حالت ہوئی۔ پھر ۱۹۲۱ء میں اور پھر اب ۱۹۲۵ء میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چار سال کے بعد ایسا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ جماعت میں تجربہ کار مالی معاملات سے واقف نہیں ہیں اس لئے نقص پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر صیغہ مال سے تعلق رکھنے والے تجربہ کار ہوتے تو معلوم کر لیتے کہ اس دورہ کی کیا وجہ ہے اور اس سے پتہ لگایا جاسکتا تھا کہ کوئی انتظامی نقص ہے جس کی طرف اگر توجہ کی جاتی تو آج پھر یہ خرابی پیدا نہ ہوتی۔ مگر میں نے دیکھا ہے جب آمد زیادہ ہوتی ہے کارکن کہتے ہیں بجٹ بڑھا دیا جائے۔ پچھلے سال میں نے کہا بجٹ کم کرو مگر کہنے لگے کسی صورت میں کمی نہیں ہو سکتی۔ اور اب جب آمد میں کمی ہو گئی ستر ہزار تک کم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر گذشتہ سال ہی بجٹ کم کر دیتے اب ایسا نہ ہوتا۔

میرے نزدیک سلسلہ کی تاریخ میں ایسا تاریک سال کبھی نہیں آیا جیسا یہ سال ہے۔ پہلے ایسے موقع پر کہ کوئی چندہ خاص نہیں لیا جاتا تھا مالی تنگی پیش آتی جو چندہ خاص کے ذریعہ دور ہو سکتی تھی لیکن اب ہم دو دفعہ چندہ خاص لے چکے ہیں۔ ایسی صورت میں جب تک سب لوگ تعاون نہ کریں کام نہیں چل سکتا۔ اس کے لئے ممکن ہے بعض عہدے اُڑائے جائیں، بعض افراد تخفیف میں لائے جائیں، بعض دفاتر بند کئے جائیں جس سے بے چینی پیدا ہو گی۔ اس کا دُور کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔ اسی طرح ذاتی قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر تنخواہوں میں کمی کی جائے تو اُسے برداشت کیا جائے۔ اس کے لئے میں نے یہ اصول رکھے ہیں۔ (۱) اس وقت تک کوئی نیا کام نہ بڑھایا جائے جب تک ریزرو فنڈ نہ ہو اور آمد

اخراجات سے بڑھ نہ جائے۔ (۲) آئندہ صیغوں کے لئے علیحدہ علیحدہ رقمیں مقرر کی جائیں کہ اتنا اتنا خرچ کرنا ہے۔ (۳) جو تخفیف کی جائے اس میں غرباء اور زیادہ افراد والوں پر بوجھ نہ پڑنے دیا جائے اور ان پر زیادہ اثر ڈالا جائے جو اسے برداشت کر سکیں اس لئے ایسے کارکن جو زیادہ تنخواہ پاتے ہوں یا جن کے گھر کے افراد کم ہونے کی وجہ سے اخراجات کم ہوں انہیں قربانی کے لئے زیادہ تیار ہونا چاہئے۔ (۴) آئندہ کے لئے یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ جن کارکنوں کی تنخواہ میں تخفیف کی جائے وہ تخفیف اس صیغہ کے ذمہ قرض سمجھی جائے۔ یا اگر کسی کی ترقی رد کی جائے تو یہ فرض کیا جائے کہ اسے ترقی دی گئی ہے مگر اس کی تنخواہ سے کاٹ رہے ہیں۔ پھر جب روپیہ آئے تو وہ ادا کیا جائے۔ اس سے یہ خیال رہے گا کہ کارکنوں کا اتنا قرضہ صیغہ جات کے ذمہ ہے۔ اور یہ سمجھ کر بے فکری نہ ہو گی کہ اس طرح آمد میں اضافہ ہو گیا ہے بلکہ یہ خیال رہے گا کہ یہ قرضہ ہے جسے ادا کرنا ہے۔

پہلی خرابی کسی وجہ سے ہو اور اسکی ذمہ داری خواہ کسی پر عائد ہوتی ہو اعلیٰ کارکنوں یا ماتحت کام کرنے والوں پر یا جماعت پر کہ اس نے کافی چندہ نہیں دیا اب یہی دو صورتیں ہیں کہ یا تو صیغہ جات میں تخفیف کر کے کام چلایا جائے یا کام بالکل بند کر دیا جائے۔ ہر ایک کے نزدیک بہتر یہی ہو گا کہ تخفیف کر کے کام چلایا جائے۔ مگر اب کے تخفیف کا اتنا اثر پڑے گا جتنا پہلے کبھی نہیں پڑا اس لئے اس اثر کو وہی برداشت کر سکیں گے جو قربانی کے لئے کھلا دل اور وسیع حوصلہ رکھیں گے۔ اس سے دو دقتیں پیدا ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ کارکن کم ہو جائیں گے اس لئے کام زیادہ کرنا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ اخراجات میں مشکلات پیش آئیں گی۔ مگر جو اس قسم کی مشکلات کو برداشت نہیں کر سکتا وہ یہاں کام بھی نہیں کر سکتا۔ پس ہمیں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے اور قربانیاں کرتے ہوئے کام چلانا چاہئے۔

پس صیغہ جات کا اتحاد بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے اگر یہ اتحاد نہ ہوتا تو بھی مشکل ہوتی۔ موجودہ حالات میں نہ نظارت قائم رہ سکتی تھی نہ صدر انجمن۔ مَیں نے یہ حالات اس لئے بیان کئے ہیں تا ناواقف لوگ یہ نہ کہیں کہ صیغہ جات کے ملانے کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ ملا دینے سے اس مشکل میں کچھ کمی ہو گی نہ کہ زیادتی اور ہم اس کام کو سنبھال سکیں گے۔

دوسری کمیٹی جو آمد بڑھانے کے لئے تجویز کی گئی ہے اس کے مدنظر یہ باتیں ہوں گی۔ اول عام چندہ کے علاوہ ہر احمدی ہر سال نصف ماہ کی آمدنی دیا کرے۔ دوم عملہ تحصیل کو بڑھایا جائے۔ گورنمنٹ اس عملے پر اپنی آمد کا ۲۵ فیصدی صرف کرتی ہے لیکن ہم دو یا تین فیصدی خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ گورنمنٹ کے پاس وصولی کے اور ذرائع کے علاوہ جبر بھی ہے جو ہمارے پاس نہیں۔

دوسرے سلسلہ کی آمد میں آج تک ایک خطرناک نقص رہا ہے اور میں اس کا مخالف رہا ہوں اور اب بھی ہوں۔ اور میری یہ رائے کبھی نہیں بدل سکتی کہ وصیت کے معاملے کو غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ جن لوگوں کی جائدادیں نہیں تھیں وہ وصیتیں کرتے چلے گئے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کو مالی قربانی قرار دیا ہے مگر ۶۰ فیصدی وصیتیں ایسی تھی کہ عام لوگ شب برات اور محرم میں جتنا خرچ کرتے ہیں اس سے بھی کم انہوں نے وصیت میں دیا ہو گا۔ میں اس کی ہمیشہ مخالفت کرتا رہا ہوں اور میں سمجھ نہیں سکتا میری یہ رائے کبھی بدل سکتی ہے کہ ایسے لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر نہ تھا۔ میرے نزدیک ہر وہ جائداد جس سے کسی کا گذارہ نہیں چلتا اس کی اگر وصیت کرتا ہے تو وہ وصیت نہیں ہے اس لئے میں نے کارکنوں کو توجہ دلائی ہے کہ اس قسم کی وصیتیں فضول ہیں ان حالات میں چونکہ صاحبِ جائداد لوگوں نے وصیتیں کرنی چھوڑ دی ہیں اس لئے آمد میں کمی آگئی ہے۔

دوسرے یہ کہ وصایا موت کے وقت نہ کرنی چاہئیں۔ اس وقت تو ہر شخص کر دے گا۔ وصیت شوق سے اس وقت کرنی چاہئے جبکہ سامنے موت کا خوف نہ ہو۔

تیسرے وصایا کرنے کی تحریک کرنی چاہئے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا تھا کہ ایک آدمی کو دو تین آدمی یہ کہہ کر وصیت کرنے کے لئے مجبور کر رہے تھے کہ اگر نہ کرو گے تو منافق ہو گے۔ اس پر میں نے منع کیا تھا کہ اس طرح مجبور نہیں کرنا چاہئے نہ یہ کہ تحریک ہی نہیں کرنی چاہئے۔ ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر ان سے وصیتیں کرائی جائیں تو انہیں سے کم از کم ایک کروڑ روپیہ وصول ہو سکتا ہے۔

مَیں نے جماعت کے مال کا اندازہ لگایا تو دیکھا کہ پنجاب کے تین ضلعوں منٹگمری، لائل پور اور سرگودھا کے احمدی اگر اپنی جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت کریں تو دس لاکھ اور اگر زیادہ وصیت کریں تو ۳۳ لاکھ تک رقم مل سکتی ہے۔ اور سارے ہندوستان میں جماعت کی جائداد کا اندازہ لگایا جائے تو کم از کم دس کروڑ کی ہو گی۔ جس میں سے ایک کروڑ مل سکتا ہے۔ جن لوگوں کی جائدادیں نہیں ان کی ماہوار آمدنی وصیت میں رکھی گئی ہے۔ اور خواہ کوئی کتنی قلیل تنخواہ کا ملازم ہو اگر وہ اس تنخواہ کا دسواں حصہ دیتا ہے تو واقعی قربانی کرتا ہے اس طرح تین لاکھ کے قریب آمد ہو سکتی ہے۔ پھر ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کی کوئی آمد نہیں یا جائداد نہیں وہ تبلیغ میں کوشش کریں تو یہی خدمت ان کی طرف سے وصیت میں سمجھی جا سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کثرت سے مال آئیں گے۔[۳۲] مگر ہم دیکھتے ہیں

نہیں آئے۔ وجہ یہ کہ وصیتوں کے متعلق غلط راستہ اختیار کر لیا گیا ہے۔ دراصل ایسے رنگ میں اس کی تعمیل ہونی چاہئے کہ وہ لوگ ایک جگہ جمع ہوں جو واقعہ میں قربانی کرنے والے ہوں اور اس کے لئے جائدادیں رکھنے والوں کو عام تحریک کرتے رہنا چاہئے۔

اسی طرح ایک اور خطرناک نقص پایا گیا ہے جس کی طرف کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ نقص یہ ہے کہ صیغوں میں یہ میلان بہت کم ہے کہ آمد خود پیدا کریں حتیٰ کہ تجارتی صیغے بھی نقصان میں رہتے ہیں۔

آئندہ اس بات پر زور دینا چاہئے کہ صیغہ جات نہ صرف خرچ کے مطابق آمد پیدا کریں بلکہ نفع بھی حاصل کریں اور اس حد تک اس پر زور دینا چاہئے کہ اگر کسی صیغہ میں جو آمدنی پیدا کر سکتا ہے ایسا نہ ہو تو اس کے کارکن بدل دیئے جائیں یا ہٹا دیئے جائیں۔ دنیا میں کوئی تجارتی صیغہ ایسا نہیں ہو گا جو ہمیشہ گھاٹے میں رہے اور اس کا مینیجر ہٹایا نہ جائے۔ اس نقص کو آئندہ دور کرنا چاہئے۔ اور اگر آمد پیدا کرنے والا صیغہ آمد پیدا نہیں کرتا تو کارکنوں کی تنخواہیں کم کر دینی چاہئیں۔ افسر بدل دینے چاہئیں یا کوئی اور صورت جو مناسب ہو اختیار کرنی چاہئے۔

باوجود اس بات کی طرف توجہ دلانے کے میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ یہ باتیں ہماری اصل اغراض نہیں ہیں ہم روپیہ اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اشاعت سلسلہ ہو۔ اور اس کی غرض دنیا میں قیام روحانیت ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا میں ہمارا فرض وہ روح پیدا کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر پیش کی ہے کہ مکالمہ و مخاطبہ کبھی دنیا سے بند نہ ہو۔ ہم ایک غیر احمدی کو کہتے ہیں چونکہ تم سے خدا تعالیٰ کا مکالمہ نہیں ہوتا اِس لئے تم غلط راستہ پر ہو۔ یہی بات ہم عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر تمام مذاہب والوں سے کہتے ہیں لیکن اگر ہماری جماعت کا معتدبہ حصہ ایسا نہ ہو جو مکالمہ و مخاطبہ کا شرف رکھتا ہو تو پھر ہم اپنی صداقت کا دنیا کو کیا ثبوت دے سکتے ہیں اس لئے میں تمام کارکنوں کو اور خاص کر مدارس کے کارکنوں اور پھر خصوصاً مدرسہ احمدیہ کے کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نئی پود کی ایسی تربیت کریں کہ خدا تعالیٰ سے جو ہمارا تعلق ہے وہ قائم رہے۔ اگر ہم میں ایک ایسی جماعت نہ ہو جو مکالمہ و مخاطبہ کا شرف رکھتی ہو تو کس طرح ہم دنیا کو یہ منوا سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا تعلق اس دنیا میں بھی اپنے پیارے بندوں سے ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے متعلق کچھ عرصہ سے سستی پائی جاتی ہے۔ کوئی خاص تحریک تو پہلے بھی نہ تھی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر لوگوں میں خود بخود اس کی خواہش پیدا ہوتی رہتی تھی۔ مگر اب توجہ کم ہے۔ اور اگر یہی حالت رہی اور خدانخواستہ

اس میں ترقی ہوتی گئی تو وہ نہر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چلائی تھی، خشک ہو جائے گی اس لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے لئے سب سے مقدم بات یہی ہو۔ اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ گُر بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خالص محبت پیدا کی جائے۔ اس سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ نہ مجاہدات سے اور نہ عبادات سے پیدا ہو سکتا ہے۔ محبت خالص خدا تعالیٰ کو کھینچ لاتی ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے بھی اپنے لئے پابندی مقرر کی ہے۔ حالانکہ وہ پابندیوں سے بالا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کی خالص محبت پیدا کرنے کی کوشش کرو تاکہ تم سے مکالمہ و مخاطبہ بند نہ ہو۔ جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے اس کی ضرورت زیادہ بڑھ رہی ہے۔ قادیان والوں کو میں اس کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں اور خصوصاً بچوں کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ ان کے کان بچپن سے ہی اس بات سے آشنا ہونے چاہئیں کہ ہمارا مقصد خدا کو پانا ہے۔ یہ بات اگر بچوں کے دلوں میں ڈال دی جائے اور ہمیشہ ان کے سامنے پیش کی جائے اور صحیح گُر انہیں بتائے جائیں تو ہماری جماعت میں مکالمہ و مخاطبہ کا شرف ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے۔

پھر مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا اور اب بھی بتاتا ہوں کہ روحانیت کو قائم رکھنے اور مالی مشکلات کو دُور کرنے کے لئے ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ سادہ زندگی بسر کی جائے۔ وہ لوگ جو مال رکھتے ہیں جس طرح چاہیں کریں ہمیں سادہ زندگی بسر کرنی چاہئے اور کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

پھر یہ کام چونکہ سب کے اتحاد سے ہو سکتے ہیں اِس لئے میں سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپس میں اتحاد اور محبت بڑھانے کی کوشش کریں۔ پھر چونکہ یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہیں اس لئے میں دوستوں سے چاہتا ہوں کہ اپنی اور سب کی روحانی ترقی سلسلہ کے کاموں اور ترقی کے لئے دُعائیں کرتے رہیں۔ اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ ہم اس وقت مل کر دعا کریں کہ خدا تعالیٰ صیغوں کا اتحاد بابرکت کرے اور ہمارے لئے اپنے فضل کے دروازے کُھلے رکھے اور ان سامانوں کے استعمال کی توفیق دے جو ترقی کے لئے ضروری ہیں اور ان کے نیک نتائج ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے پیدا کرے۔

آمین ثم آمین

(الفضل ۳۱۔ اکتوبر، ۳، ۵، ۷، ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء)

۱؎ بخاری کتاب المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد۔

۲؎ بخاری کتاب الایمان باب کفران العشیر و کفر دون کفر

۳؎ الوصیت صفحہ ۲۱ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۹ (مفہوماً)